QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کی قانون بین الاقوام پر جدید تعبیرات کا تقابلی جائزہ

A Comparative Review of Modern Interpretations of International Law by Dr. Muhammad Hamidullah and Dr. Wahbat ul-Zuhaili

Dr. Abdul Ghaffar
Lecturer, Dept. of Fiqh and Sharia, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan. E-mail: abdulghaffar@iub.edu.pk
Hafiz Muhammad Arif
Ph.D Scholar, Dept. of Fiqh and Sharia, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan. E-mail: muhammadarif03047419065@gmail.com

Submission Date: 01 Jan 2026
Review Date: 03 Jan 2026
Acceptance Date: 08 Jan 2026
Publication Date: 09 Jan 2026

Article Link: https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/275

This research undertakes a detailed comparative study of the modern interpretations of Islamic International Law (Fiqh al-Siyar) as developed by two eminent Muslim jurists, Dr. Muhammad Hamidullah and Dr. Wahbaht ul-Zuhayli. Both scholars have sought to reinterpret classical Islamic principles governing international relations within the context of contemporary global realities, highlighting the inherent harmony between Islamic jurisprudence and modern international legal norms. Their works collectively aim to show that Islamic law offers a morally robust and systematic approach to global relations, bridging historical Islamic practices with present-day international frameworks.

Dr. Muhammad Hamidullah, in his seminal works such as The Islamic Law of Nations and Muslim Conduct of State, reconstructs the historical and institutional foundations of early Islamic diplomacy, treaties, and state relations. He demonstrates that Islam provided detailed regulations on war, peace, neutrality, and the treatment of non-Muslim communities long before the codification of Modern International Law. His approach is analytical and historically grounded, portraying the Prophet Muhammad ﷺ and the early Muslim community as pioneers in establishing a structured system of international conduct that anticipated many contemporary legal conventions.

In contrast, Dr. Wahbaht ul-Zuhayli, in his influential work Al-ʻAlaqāt ad-Duwaliyya fi al-Islām, interprets Islamic international law from a jurisprudential and ethical-humanitarian perspective. He reexamines traditional concepts such as Dar al-Islam and Dar al-Harb in light of the modern nation-state system, emphasizing peaceful coexistence, mutual respect, and justice among nations. Al-Zuhayli aligns these principles with global standards of human rights and international cooperation, advocating a moral and ethical renewal of Fiqh al-Siyar. While Hamidullah emphasizes historical and institutional compatibility, al-Zuhayli focuses on ethical guidance and contemporary applicability, together offering a comprehensive vision for applying Islamic principles to a just and peaceful international order.

Keywords: Islamic International Law, Muslim Jurists, The Islamic Law of Nations, Muslim Conduct of State.

تمہید:

اسلام ایک عالم گیر دین ہے جو نہ صرف فرد کی زندگی بلکہ معاشرے، ریاست اور اقوام عالم کے تعلقات کے لیے بھی راہنمائی کرتا ہے۔ قرآن کریم متعدد مقامات پر عدل، مساوات، معاہدات کی پاسداری اور ظلم وجارحیت سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔ اسلامی فقہ میں "فقہ السیر" یا "قانون بین الممالک" ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ "اسلامی قانون بین الممالک" وہ علمی فقہی ورثہ ہے جو ابتدائے اسلام سے عصر حاضر تک ایک مکمل اور منظم نظام کے طور پر موجود رہا ہے جس میں جنگ وامن کے قوانین، معاہدات، اقلیتوں کے حقوق، قیدیوں کی حیثیت، بین الاقوامی تجارت اور دیگر امور پر تفصیلی بات کی گئی ہے۔

عصر حاضر میں بین الاقوامی قانون نے ترقی کی ہے اور ریاستوں کے تعلقات مضبوط کرنے کے لیے ادارے اور معاہدات قائم ہوئے، جیسے اقوام متحدہ، عالمی عدالت انصاف اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدات، جو دراصل اسلام کے چودہ صدیاں پہلے واضح کیے گئے اصولوں سے ہم آہنگ ہیں۔ فقہاء نے تاریخی طور پر دارالاسلام اور دارالحرب جیسی اصطلاحات استعمال کر کے بین الاقوامی تعلقات کی فقہی تعبیر پیش کی، لیکن موجودہ عالمی اقتصادی، سیاسی اور قانونی حالات کے پیشِ نظر ان اصولوں کی جدید تناظر میں وضاحت ضروری تھی۔ اس خدمت کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے انجام دیا، دونوں مفکرین کا اتفاق ہے کہ اسلام کا بین الاقوامی قانون نظریاتی ہونے کے ساتھ عملی زندگی کے مسائل کا حل بھی فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (1908 تا2002) نے اپنی مشہور تصنیف *Muslim Conduct of State* میں اسلامی بین الاقوامی تعلقات کو مغربی قوانین کے ساتھ تقابلی انداز میں پیش کیا اور ثابت کیا کہ اسلام کا نظام جدید بین الاقوامی قانون سے زیادہ جامع اور اخلاقی بنیادوں پر استوار ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی (1832 سے 1915ء) کا شمار دنیائے اسلام کے نامور فقہا میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور تصنیف "العلاقات الدولیہ فی الاسلام" میں قدیم فقہی ذخیرے کو جدید قانونی اور سیاسی حالات کے مطابق ایک نئے انداز میں پیش کیا ۔ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کے قانون بین الاقوام کی تعبیرات کو عالمی اداروں اور معاہدات کو مد نظر رکھ کر اس کی تشریح کی ہے۔ ان کے نزدیک اسلام کا بین الاقوامی نظام امن وانصاف کے قیام، جارحیت کی ممانعت، معاہدات کی پاسداری اور انسانی حقوق کے تحفظ پر مبنی ہے۔

یہ کہنا بجا ہو گا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اسلامی بین الاقوامی قوانین کو تاریخی اور عملی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تعبیرات پیش کیں ،جب کہ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے زیادہ فقہی و نظریاتی بنیاد پر انہیں بیان کیا۔ اس تحقیق کا مقصد دونوں مفکرین کی جدید تعبیرات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنا اور ان کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے کہ انہوں نے کس طرح اسلامی قانون بین الممالک کو موجودہ عالمی تناظر میں پیش کیا۔ اسکے بعد ان کی آراء اور تعبیرات کو عصر حاضر کے بین الاقوامی تعلقات کے ساتھ جوڑ کر سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ سب سے پہلے ڈاکٹر حمید اللہ کی بین الاقوامی قوانین سے متعلق موضوعات پر بحث کی جارہی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک جنگی اصول وضوابط:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں جنگ اور قتال آخری حل ہے، جس کی اجازت صرف ظلم وجبر کے خاتمہ کے لیے اور دفاعی صورت کو اختیار کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک اسلام میں جنگ ایک اخلاقی فریم ورک کے تحت محدود ہے، جیسا کہ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"الاسلام لايشرع الحرب للسيطرة او لطمع وانما يجعلها وسيلة اخيرة لدفع العدوان ورفع الظلم وحماية حرية العقيدة۔"[1]

"اسلام جنگ قتال کو نہ تو تسلط حاصل کرنے کے لیے اور نہ ہی لالچ کی خاطر جائز قرار دیتا ہے، بلکہ اسلام اسے ظلم کو ختم کرنے، جارحیت روکنے اور عقیدے کی آزادی کی حفاظت کے لیے اسے آخری ذریعہ سمجھتا ہے۔"

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل چند بنیادی اصول اخذ ہوتے ہیں:

اسلامی تعلیمات کے مطابق ریاستوں کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو صلح، امن اور پرامن بقائے باہمی کو ترجیح دی جائے، اور جنگ صرف اسی وقت جائز ہے جب دشمن ظلم میں پہل کرے۔ کیے گئے معاہدات کی مکمل پاسداری لازم ہے جب تک دوسری طرف سے عہد شکنی نہ ہو، اور جنگ کے دوران عورتوں، بچوں اور بوڑھوں جیسے غیر محاربین کو قتل کرنا قطعی حرام ہے، جیسا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی درج ذیل عبارت سے مزید وضاحت ہوتی ہے:

"لقد حرم الاسلام قتل غير المحاربين كنساء والولدان وشيوخ ولرهبان كما حرمت تخريب في غير ضرورة الحرب۔"[2]

"اسلام نے غیر محاربین، جیسا کہ عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور عبادت گزاروں کے قتل کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے اسی طرح بغیر وجہ کے حالت جنگ میں دشمن کی تباہی پھیلانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔"

ڈاکٹر حمید اللہ کی اس عبارت میں شریعت اسلامیہ کی رو سے جنگی اخلاقیات کو بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کسی ریاست پر تسلط یا طاقت کے اظہار کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام انسانی جان ومال کی حفاظت اور ظلم وبربریت کو روکنے کے لیے جنگ کی اجازت دیتا ہے۔

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کے مطابق جنگی اصول وضوابط:

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی تصانیف "آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی" اور "العلاقات الدولیۃ فی الاسلام" میں اسلامی قانونِ جنگ کی تفصیل بیان کی ہے، جس کے مطابق جنگ کا مقصد صرف ظلم، فتنہ وفساد کا خاتمہ ہے۔ اسلام دشمن کی زمینوں پر قبضہ یا اس کے معاشی مفادات کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

" الاصل في الاسلام هو السلم والحرب ولا تكون الا لضروة قد كدفع عدوان او لرفع فتنة اولحماية الدعوة"[3]

"اسلام میں اصل بنیاد امن ہے اور جنگ صرف ضرورت کے وقت کی جاتی ہے، جیسا کہ جارحیت کو روکنے یا فتنہ کو ختم کرنے کے لیے یا دین کی دعوت کی حفاظت کے لیے۔"

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کے مطابق اسلام کسی قوم یا ملک پر جارحانہ حملے کی اجازت نہیں دیتا اور جنگ صرف دفاعی مقاصد کے لیے جائز ہے۔ یہ تصور عدل، انسانی وقار اور عالمی امن و امان کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور جنگ کا مقصد فتنے اور ظلم کا خاتمہ ہے۔ حالت جنگ میں دشمن کے ساتھ اخلاقی اصولوں، دھوکہ دہی سے اجتناب اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے جیسا کہ:

"من مقاصدتشريع الحرب فى الاسلام ،ازالة الفتنة ، وضع الظلم وحماية المستضعفين ، وليس فى الاسلام حرب هجوميه لاجل الاستعمار۔"[4]

"اسلام میں جنگ کے مقاصد میں سے ہیں فتنہ وفساد کا خاتمہ کرنا، ظلم کو روکنا اور کمزوروں کو تحفظ دینا اور اسلام میں قتال اور جنگ صرف نو آبادیاتی استعمار یا جارحانہ مقصد کے لیے نہیں ہے۔

اسلام میں جنگ کا مقصد صرف فتنہ وفساد اور ظلم کا خاتمہ ہے، نہ کہ زمینیں فتح کرنا یا دولت سمیٹنا اور جارحانہ جنگ کی کوئی اجازت نہیں۔ اسی لیے اسلامی جنگ کا اصل ہدف امن و امان اور عدل وانصاف کا قیام ہے، جو اسے بین الاقوامی جنگی نظاموں سے منفرد بناتا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کی جنگی اصولوں سے متعلق تعبیرات کا تقابلی جائزہ:

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے نزدیک جنگ کے اصول وضوابط بیان کرنے کے بعد اگر دونوں مفکرین کے نقطہ نظر کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے تو چند اہم پہلو واضح ہوتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

مشترکہ پہلو:

1۔ اس بات پر دونوں مفکرین متفق ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں دشمن کے ساتھ جنگ کا مقصد ظلم و جبر کا خاتمہ اور اپنا دفاع کرنا ہے۔

2۔ دونوں نے غیر محاربین یعنی بوڑھے، بچوں اور عورتوں وغیرہ کی حفاظت کرنا۔ اسی طرح معاہدات کی پابندی کرنا اور دشمن کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق ادا کرنے پر زور دیا۔

اختلافی پہلو:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی تحریروں میں فقہی و تاریخی ماخذات کے ذریعے اسلامی بین الاقوامی قانون کی بنیاد اور جنگ کے اصول واضح کرتے ہیں، جبکہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی موجودہ بین الاقوامی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزے کے ذریعے اسلام کی برتری کو اجاگر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اسلامی تاریخ اور فقہی ذخائر پر زور دیا اور ڈاکٹر الزحیلی نے قرآن و حدیث کے ساتھ جدید بین الاقوامی اصولوں کو بھی شامل کیا۔ یوں دونوں نے اسلامی قانون جنگ کے اصولوں کو مختلف زاویوں سے واضح کیا:

- موجودہ دور کا بین الاقوامی قانون کیا کہتا ہے؟
- اقوام متحدہ کے چارٹر میں جنگ کے کون کون سے اصول بیان کیے گئے ہیں؟
- اقوام متحدہ کے چارٹر میں بیان کیے گئے جنگی اصولوں کی اسلام کے اصولوں سے کیا مماثلت ہے؟

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے یہ بات واضح اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کے جنگی اصول وضوابط موجودہ دور کے عالمی جنگی قوانین کے مقابلے میں زیادہ انصاف پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ مکمل ہیں۔

اسلام کے اصول جنگ اور اقوام متحدہ چارٹر میں مماثلت:

اقوام متحدہ کے آرٹیکل 2 میں واضح کیا گیا ہے کہ کسی ریاست کو دوسری ریاست کی خود مختاری اور سرحدوں کے خلاف طاقت استعمال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔

مماثلت:

قرآن مجید میں بھی کسی پر بلاوجہ حملہ کرنے کی ممانعت کرتا ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق کسی پر اپنی طاقت کا استعمال کرنا ممنوع ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔

"وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔" [5]

"اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

پر امن حل کی ترجیح:

اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 2 اور 3 کے تحت ہر قسم کے تنازع اور اختلاف کے حل کے لیے ثالثی کمیٹی، مذاکرات یا صلح کے ذریعے حل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

مماثلت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی دشمن کے ساتھ تنازعات کے حل کرنے کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بتلائی ہے کہ دشمن اگر بنیاد ڈال دے اور صلح پر امادہ ہو جائے تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم بھی صلح کا راستہ اختیار کرلو، جیسا کہ سورۃ الانفال میں فرمایا:

"وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ۔"[6]

"اگر وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔"

قرآن مجید اور اقوام متحدہ کے چارٹر دونوں ریاستوں کو باہمی تنازعات صلح، مذاکرات اور پر امن ثالثی کے ذریعے حل کرنے کی ہدایت دیتے ہیں، اور جنگ یا طاقت کے استعمال کو آخری حل قرار دیتے ہیں۔ یوں دونوں امن و امان کو ترجیح دیتے اور امن کے داعی ہیں۔

اہل الذمہ سے متعلق تعبیرات کا تقابلی جائزہ:

اسلامی تہذیب کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اسلام نے غیر مسلم رعایا کے حقوق کو وضاحت کے ساتھ متعین کیا ہے۔ ایسے غیر مسلم افراد جو اسلامی ریاست کی اطاعت قبول کر کے اس اسلامی ریاست کے سماجی نظام کا حصہ بن چکے ہوں، انہیں اہل الذمہ کہا جاتا ہے۔ اہل الذمہ کا تصور شریعت اسلامیہ میں ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی موضوع ہے۔ قرآن مجید نے اہل الذمہ کے ساتھ عدل و انصاف، حسن سلوک اور احسان کرنے کی تاکید کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

"لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔"[7]

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی اہل ذمہ کو اور ان کی جان ومال کی حفاظت کو مسلمانوں کے برابر قرار دیا اسلامی تاریخ میں اہلِ ذمہ نے اسلامی ریاستوں میں عبادات اور علمی و تمدنی ترقی میں اہم کردار ادا کیا، جب کہ دنیا میں اقلیتیں ظلم و ستم کا شکار تھیں۔ موجودہ دور کے نامور فقہاء میں سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اہلِ ذمہ کے تصور پر مفصل تحقیق اور عصرِ حاضر کے بین الاقوامی قانون کے ساتھ تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ دونوں مفکرین کے نظریات میں کئی مشترکہ نکات کے ساتھ چند بنیادی اختلافات بھی پائے جاتے ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

اہل ذمہ کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مؤقف:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے نزدیک اہلِ ذمہ اسلامی ریاست کی رعایا میں شامل ہیں اور معاہدہ کرنے کے بعد وہ شہری برابری کے حق دار بن جاتے ہیں۔ ان کے مطابق اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ اہلِ ذمہ کے جان ومال اور مذہبی آزادی کی مکمل حفاظت کرے:

"اہلِ ذمہ کو تجارتی، عدالتی اور دیگر شہری امور میں مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہیں، تاہم عسکری و سیاسی معاملات میں ان کی شرکت محدود ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق جزیہ ایک ٹیکس ہے جو درحقیقت ریاست کی فراہم کردہ خدمات کے عوض ادا کیا جاتا ہے۔"[8]

اہل ذمہ کے بارے میں ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کا مؤقف:

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے اپنی مشہور کتاب "العلاقات الدولیہ فی الاسلام" اور اسی طرح اپنی دیگر تصانیف میں اہل ذمہ کے تصور کو فقہی اصول اور عصر حاضر کے بین الاقوامی قانون کی روشنی میں تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اہل ذمہ کے حقوق کو اسلامی عدل وانصاف کا مظہر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"قرآن وحدیث غیر مسلم رعایا کے لیے عدل، احسان، مشاورت اور مکمل جان ومال ومذہبی آزادی کی ضمانت دیتے ہیں، اور ڈاکٹر الزحیلی کے مطابق اہل ذمہ کا خون مسلمانوں کے برابر محترم ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ اقوامِ متحدہ کا چارٹر اور انسانی حقوق کا اعلامیہ دراصل وہی اصول بیان کرتے ہیں جو شریعت نے صدیوں پہلے مقرر کیے۔ ان کے نزدیک جزیہ محض ریاستی وفاداری اور تحفظ کے بدلے میں دیا جانے والا ٹیکس ہے، اسے ذلت سمجھنا درست نہیں۔"[9]

اہل ذمہ کے حوالے سے دونوں مفکرین کی تعبیرات کا تقابلی جائزہ:

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی اہلِ ذمہ کے تصور کو عدل، انصاف اور انسانی مساوات کے اصولوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ عقدِ ذمہ کے بعد اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ ذمیوں کا منظم ریکارڈ، ان کی نگرانی، جزیہ کی وصولی اور ان کے جان ومال کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ اگر کسی مسلمان کی طرف سے کسی ذمی پر زیادتی ہو تو ریاست اس کا تحفظ اور نقصان کی تلافی کی ذمہ دار ہے، اور ان کے مذہبی شعائر جیسا کہ شراب یا خنزیر کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب تک وہ انہیں اعلانیہ ظاہر نہ کریں۔ ذمیوں

کے گرجاگھروں اور عبادت گاہوں میں آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں اور ان کے حقوق کی حفاظت ریاست پر لازم ہے۔ البتہ اگر وہ دارالحرب چلے جائیں تو اسلامی ریاست پر ان کے دفاع کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔"[10]

1۔ بنیادی حقوق:

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اہل ذمہ کے تصور کو جدید بین الاقوامی قانون کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہیں اور اہل ذمہ کے حقوق کو عالمی انسانی حقوق کے برابر قرار دیتے ہیں اور وہ اس کے ثبوت کے لیے قرآن مجید کی آیت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ ------"[11]

یہ آیت اہل ذمہ کے ساتھ انسانی مساوات اور عدل وانصاف پر دلالت کرتی ہے اور احسان کی اصل بنیاد فراہم کرتی ہے۔

2۔ جزیہ کی ادائیگی:

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی اہل ذمہ سے لیے گئے جزیہ کو "ضمان الامان والحمایت" قرار دیتے ہیں، یعنی اصل ذمہ سے لیے گئے جن کو ذلت یا تحقیر کی نشانی قرار نہیں دیتے بلکہ ان کی سیکورٹی اور وفاداری کی علامت گردانتے ہیں اور آپ بطور حوالہ امام ابو یوسفؒ کی مایہ ناز تصنیف ''کتاب الخراج'' کی عبارت کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں:

"انما وضع الجزیۃ علی اہل الذمہ عوضاً عن حمایتہم وکفایۃ امرہم لاصغاراً ولا اذلالاً۔"[12]

''جزیہ اہل ذمہ پر ان کی کفالت اور حفاظت کے بدلے میں رکھا گیا ہے نہ کہ ان کی تحقیر یا تذلیل کے لیے۔"

اسی طرح انہوں نے یہی بات ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے اپنی کتاب ''العلاقات الدولیۃ فی الاسلام'' میں بھی نقل کی ہے۔

3۔ بین الاقوامی قانون سے ربط:

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اہلِ ذمہ کے تصور کو جدید بین الاقوامی قانون کے اصولوں سے ہم آہنگ دکھاتے ہیں تاکہ شریعتِ اسلامیہ کے عدل وانصاف کا پہلو نمایاں ہو۔ ان کے مطابق عقدِ ذمہ کا مقصد مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پُرامن بقائے باہمی اور غیر مسلموں کے تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ اسلامی فقہ اور جدید بین الاقوامی قانون دونوں اس اصول پر متفق ہیں کہ اقلیتوں کو منظم قانونی حقوق فراہم کیے جائیں، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"وحكمة عقد الذمة تحقيق التعايش السلمى بين المسلمين وغير هم وتمكين غير المسلمين من الا طلاع على حقائق الاسلام ومبادئة ، فيلتقى الجميع على الحق والعقيدةالصالحة"[13]

''عقد ذمہ کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان امن کو یقینی بنایا جائے اور غیر مسلموں کو اسلام کی حقیقتوں اور اس کے اصولوں کو جاننے کا موقع فراہم کیا جائے تاکہ تمام لوگ حق پر اور درست عقیدے پر جمع ہو جائیں۔''

اس عبارت سے واضح ہوا ہے کہ آپ نے اس تصور کو جدید بین الاقوامی قانون کے اصولوں کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ شریعت اسلامیہ میں غیر مسلموں کے ساتھ برابری، عدل اور تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے جو کہ موجودہ دور میں انسانی حقوق کے معیار کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک اہل ذمہ کے حقوق و فرائض:

بین الاقوامی قانون اور فقہ السیر میں اہلِ ذمہ وہ بنیادی ادارہ ہے جس کے ذریعے اسلامی ریاست نے غیر مسلم رعایا کے حقوق و ذمہ داریوں کا واضح قانون وضع کیا، جو ایک فقہی، سیاسی، سماجی اور قانونی معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی دونوں اہم تصانیف میں اہلِ ذمہ کے تصور کو جدید تقاضوں کے مطابق پیش کیا اور واضح کیا کہ اس کا اصل ماڈل اسلام کے ابتدائی دور میں مختلف نسلی و مذہبی گروہوں کے ساتھ قائم کیے جانے والے عقدِ ذمہ سے تشکیل پایا۔ اپنی کتاب Muslim Conduct of State میں بھی وہ اہلِ ذمہ کے اسی تاریخی و قانونی تصور کی وضاحت کرتے ہیں:

> "Muslims (Dhimmis and musta mins) on equal footing during armed conflicts as will as in times of peace. Both groups have received the same full protection and treatment in this regard"[14]
>
> "اہل ذمہ اور مستامنین دونوں مسلمانوں کے ساتھ جنگ اور امن کی حالت میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کو اس معاملے میں مکمل تحفظ اور برابر کا سلوک حاصل ہے۔"

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک اسلامی ریاست میں اہل ذمہ اور مستامنین کو برابر کا قانونی تحفظ حاصل تھا۔ ان کے جان و مال کی ضمانت صرف امن کے دنوں تک محدود نہیں تھی بلکہ جنگی حالات میں بھی دی جاتی تھی۔

1۔ بنیادی حقوق:

اہل ذمہ کے حقوق کو ڈاکٹر حمید اللہ عقد ذمہ اور شہریت کے اصول پر استوار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک معاہدہ ایک قانونی بنیاد ہے جو کہ غیر مسلموں کو اسلامی ریاست کے شہری حقوق فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک جس طرح مسلمانوں کی جان اور مال کی حفاظت کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے، اسی طرح اہل ذمہ کے مال اور جان کا تحفظ بھی ریاستوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری قرار دی گئی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

> "Their life and property is protected by the Muslim state even as those of the Muslim subject"[15]
>
> "ان کے مال اور جان کو اسلامی ریاست ایسے ہی محفوظ رکھے گی جیسے مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ رکھتی ہے۔"

اس عبارت سے واضح ہوا کہ ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک اسلامی ریاست میں جس طرح مسلمانوں کی جان و مال کا تحفظ ضروری ہے اسی طرح اہل ذمہ کا مال و جان کا تحفظ بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری میں آتا ہے۔

2۔ جزیہ کی ادائیگی:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ جذبہ کے بارے میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اہل ذمہ سے جزیہ لینا یہ ایک قسم کا ٹیکس ہے جو کہ فوجی خدمات سے چھوٹ کے بدلے میں لیا جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ جب اہل ذمہ سے معاہدہ ہو جاتے اور اہل ذمہ جزیہ ادا کرتے رہیں تو ان پر اس کے علاوہ کسی قسم کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا جیسا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

"When the Iman Condudes with a people an agreement of Non-Agreession (wadia) for a (certain) period or he receives from a people jizya and the person or person who conduded the agreement or the jizya on behalf of the people belong to that people, we shall not oblige who remained-approved of it and were satisfied with it no one from among .The Muslims is permitted to take from them of their property or (harm them in their) body."[16]

"جب امام کسی قوم کے ساتھ کسی مدت کے لیے معاہدہ کر دیتا ہے یا اس سے جذیہ لیتا ہے اور وہ شخص یا افراد جنہوں نے معاہدہ کسی قوم کی طرف سے کیا ہے اور وہ اسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں تو ان پر بوجھ کسی قسم کا نہیں ڈالا جائے گا یہاں تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے جو لوگ وہاں رہ رہے ہیں ان سے راضی ہیں۔ اور مسلمانوں میں سے کسی کو بھی اہل ذمہ کے مال وجان سے ہاتھ کرنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں ہے۔"

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"Kindness and not made to bean intolerable burden in case of recovery of jizya .Islam leaves non-Muslims free to profess and practice Their religion and enjoy complete autonomy in regard to Their religious tenests and institutions."[17]

"جزیہ کی وصولی کے معاملے میں نرمی اختیار کی جائے اور ایسے بوجھ نہ ڈالے جائیں جو برداشت کے قابل نہ ہوں اسلام غیر مسلموں کو اپنی دین اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے میں مکمل آزادی دیتا ہے ان کے مذہبی اعتقادات میں مکمل خود مختاری بر قرار رکھتا ہے۔"

مذکورہ عبارات میں ڈاکٹر حمید اللہ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ ریاست کا اہل ذمہ سے جزیہ لینا معاہدے پر مبنی ہے۔ اسی طرح کسی قسم کا ظلم یا تشدد جزیہ کی وصولی پر نہیں کیا جائے گا بلکہ اسلام نے جزیہ کی وصولی میں بھی نرمی اور انصاف کے ساتھ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح اہل ذمہ کو ان کی مذہبی رسومات اور ان کے عقائد میں مکمل آزادی اور خود مختاری ہے۔ اسلام نے اس میں کسی کو مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

3۔ بین الاقوامی قانون سے ربط:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب "مسلم کنڈکٹ آف سٹیٹ" میں اہل ذمہ کے مسئلہ کو اسلامی بین الاقوامی قانون کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ آپ نے اس تصور کو اپنی کتاب میں اس انداز سے بیان کیا ہے کہ

"Muslim international law may be defined as : That part of the law and custom of the land and Treaty obligations which a Muslim de facto or de jure state Muslim international law depends wholly and solely upon the will of the Muslim state. It derives its authority just as any other Muslim law of the land."[18]

"مسلم بین الاقوامی قانون کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ قانون ریاست کا وہ حصہ اور رواج اور معاہداتی ذمہ داری چاہیے حقیقتاً ہو یا قانونی طور پر ہو دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات میں

برتاؤ کرتے ہوئے قبول کرتی ہیں۔ مسلم بین الاقوامی قانون مکمل طور پر اسلامی ریاست کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے اور اس کی قانونی حیثیت ایسے ہوتی ہے جیسے ریاست کے دیگر مسلم قوانین کی ہوتی ہے۔"

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق اہلِ ذمہ اسلامی بین الاقوامی قانون کا حصہ ہیں، کیونکہ وہ غیر مسلم باشندے ہیں جنہیں ریاست اپنی حفاظت کی ضمانت دیتی ہے اور وہ اس کے بدلے جزیہ قبول کرتے ہیں۔ یہ معاہدہ اسلامی بین الاقوامی قانون کے اصولوں پر مبنی ہوتا ہے اور ریاست کی رضامندی پر اس کے حقوق و فرائض طے پاتے ہیں۔ ان کے نزدیک بین الاقوامی قانون صرف ریاستوں کے باہمی تعلقات تک محدود نہیں بلکہ ریاست کے اندر موجود اہلِ ذمہ کے حقوق کی حفاظت بھی اسی قانون کا تقاضا ہے۔ یوں داخلی سطح پر ان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کی آراء کی روشنی میں اہل ذمہ کے تصورات کے حوالے سے خلاصہ کلام یہ نکلا کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے اہل ذمہ سے متعلق بین الاقوامی قانون اور ریاستی معاہدے کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا، جبکہ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے اہل ذمہ کو قرآن وحدیث اور اسلامی فقہ کے اصولوں کے ساتھ جوڑ کر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

3۔ دارالاسلام اور دارالحرب سے متعلق تصورات کا تقابلی جائزہ:

اسلامی فقہ میں دارالاسلام اور دارالحرب کی تقسیم احناف نے اس مقصد سے کی کہ مسلم و غیر مسلم ریاستوں کے تعلقات کو واضح کیا جا سکے؛ دارالحرب وہ خطہ تھا جہاں مسلمانوں کے جان و مال اور شعائر محفوظ نہ ہوں، جب کہ دارالاسلام وہ علاقہ ہے جہاں اسلامی احکام کا نفاذ ہو اور مسلم اقوام اور ان کی رعایا کو ہر قسم کا جانی و مالی تحفظ حاصل ہو۔ یہ تقسیم اس دور کے سیاسی اور عسکری حالات کے مطابق تھی۔ عصرِ حاضر میں عالمی نظام اقوام متحدہ کے چارٹر، سفارتی قوانین اور بین الاقوامی معاہدات پر قائم ہے، اس لیے ڈاکٹر حمید اللہ اپنی کتب قانون بین الممالک فی الاسلام اور Muslim Conduct of State میں واضح کرتے ہیں کہ موجودہ دنیا کو اسی قدیم تقسیم پر پرکھنا درست نہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا دارالاسلام اور دارالحرب کے بارے میں نقطہ نظر:

دارالحرب اور دارالاسلام کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دو دار کی تقسیم ایک وقتی طور پر ایک اجتہادی صورت ہے جو کہ اس وقت کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کی گئی تھی۔ موجودہ دور میں دنیا کو دو دور میں تقسیم کرنا غیر معقول بات ہے اس لیے کہ ہیئت سی غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ مسلمانوں کے تجارتی تعلقات معاہدات اور سفارتی تعلقات موجود ہیں لہٰذا عصر حاضر میں دنیا کو دارالعہد یعنی عہد کی دنیا اور دارالمسلمہ یعنی سلامتی والی جگہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا، جیسا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

"ان تقسیم الفقہاء للعالم الی دارالاسلام ودارالحرب انما کان اجتہاد ا ظرفعاً اقتضته اوضاع سیاسیه وعسکریة معیة فی عصر هم ، ولا یلزم الآجزیة فی کل زمان ومکان وفی عصر نا الحاضر حیث قامت المعاہدات الدولیة ، ووجدت هیئة الامم المتحدة فان هذا التقسیم لایوافق الواقع ، بل الا ولی ان یقال دارالعہد او دار المسالمة ۔"[19]

"فقہاء کی طرف سے دنیا کو دارالحرب اور دارالاسلام میں منقسم کرنا حقیقت میں ایک عارضی اجتہاد تھا جس سے اس وقت کے مخصوص عسکری و سیاسی حالات نے ضروری بنا دیا تھا اس سے یہ قطعاً لازم

نہیں ہوتا کہ ہر جگہ اور ہر دور میں اس کو لاگو کر دیا جائے۔ عصر حاضر میں جبکہ بین الاقوامی معاہدات کا وجود آچکا ہے اور اقوام متحدہ کی طرف سے تنظیم بھی قائم ہو چکی ہے، تو یہ تقسیم عصر حاضر کی حقیقت سے موافقت اور مطابقت نہیں رکھتی۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ دنیا کو دارالعہد یا دارالمسلمہ کہا جائے۔"

اسی طرح ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

"لم یعد فی ھذا لعصر معنی لاعتبار الدول غیر الاسلامیه دارالحرب لانها كلها تقسیم علاقات دبلوماسیه ومعاہدات صداقة وسلام مع الدول الاسلامیه فلایبقی موجب للحرب الا فی حالة الاعتداء [20]

"موجودہ دور میں غیر مسلم ریاستوں کو دارالحرب قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ یہ (غیر مسلم) ریاستیں اسلامی ریاستوں کے ساتھ سفارتی تعلقات اور امن کے معاہدات رکھتی ہیں لہٰذا جنگ کا سبب صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب کوئی غیر مسلم ریاست مسلمانوں پر براہ راست حملہ کرے۔"

مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک دارالحرب اور دارالاسلام کی تقسیم ابدی نہیں ہے بلکہ عارضی اور اجتہادی تھی اور ان کے نزدیک اس تقسیم کو عصر حاضر میں دارالحرب اور دارالاسلام کی بجائے دارالعہد یا دارالمسلمہ کی تعبیر سے تبدیل کر دینا زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ اسلام کی اصل روح جنگ نہیں ہے بلکہ امن وامان اور صلح ہے اور عصر حاضر کے بین الاقوامی تعلقات اس حقیقت کے عکاسی ہیں۔

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کا دارالحرب اور دارالاسلام سے متعلق نقطہ نظر:

فقہاء نے اپنے زمانے کے جنگی و سیاسی حالات کے تحت دنیا کو دارالاسلام اور دارالحرب میں تقسیم کیا، کیونکہ اُس وقت نہ بین الاقوامی قوانین موجود تھے اور نہ اقوام متحدہ جیسے ادارے۔ دورِ حاضر میں یہ تقسیم موزوں نہیں رہی، اس لیے اس پر نظر ثانی ضروری ہے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے "العلاقات الدولیۃ فی الاسلام" میں واضح کیا کہ آج غیر مسلم ممالک کے ساتھ مسلمانوں کے متنوع اور پُرامن تعلقات اس تقسیم کو غیر مناسب بناتے ہیں۔ ان کے مطابق اسلام کی اصل روح امن، عدل اور بقائے باہمی ہے، لہٰذا دارالحرب کی جگہ دارالمسالَمہ کی اصطلاح اختیار کرنا زیادہ درست ہے، جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

" ان تقسیم الفقہاء للعالم الی دارالاسلام ودارالحرب لم یکن تشریعاً ثابتاً لازما وانما ھو وصف للواقع الدولی فی عصرھم ،حیث لم تکن ھناک معاہدات دولیة شاملة ، ولا ھیئة امم متحده بل کان السائرو ھو الصراع بین الدول ،فارا دوا وضع ضوابط لعلاقات المسلمین بغیر ھم "[21]

"فقہاء کا دنیا کو دارالاسلام اور دارالحرب میں منقسم کرنا لازمی مشروع قرار نہیں دیا گیا تھا، بلکہ یہ ان کے زمانے کی بین الاقوامی تعلقات کی صورتحال کی عکاسی تھی جب کوئی جامع بین الاقوامی معاہدات یا اقوام متحدہ جیسی کوئی تنظیم نہیں تھی بلکہ ریاستوں کے مابین جنگ کی فضاء تھی۔ اس

لیے انہوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات کو منظم کرنے کے لیے یہ ضوابط وضع کیے گئے۔"

اسی طرح دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں:

"اما فی عصر نا الحاضر حیث تقوم العلاقات الدولیة علی مواثیق الاسلام والتعاون فلا یصح ان نعتبر الدولة غیر الاسلامیه کلہا دارالحرب بل الاصل ان تعامل علی انھا دارالعہداودارالمسالمة مالم تعتدعلی المسلمین اوتنقض عهودها "[22]

" عصر حاضر میں جہاں بین الاقوامی تعلقات امن وامان اور باہمی تعاون کے معاہدات پر استوار ہیں تو یہ درست نہیں کہ تمام غیر مسلم ریاستوں کو دارالحرب ہی سمجھا جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں دارالعہد یا دارالمسلمۃ سمجھا جائے الا یہ کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں یا اپنے عہد توڑ دیں۔"

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کی مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ آپ کے نزدیک دارالاسلام اور دارالحرب کی تقسیم کا ثبوت کسی بھی شرعی نص سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ تقسیم اس وقت کے حالات کی بنیاد پر اجتہاد تھا آپ کی تعبیر کے مطابق دنیا کو مذکورہ تقسیم سے ہٹ کر دارالعہد یا دارالمسالمہ کے طور پر دیکھنا اسلام کے مقاصد کے زیادہ قریب ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی تعبیرات میں تقابل:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق دارالحرب اور دارالاسلام کی تقسیم اس دور کا اجتہادی تصور تھا، آج کی دنیا میں اقوامِ متحدہ اور عالمی معاہدات کی وجہ سے اسے دارالعہد یا دارالمسالَمۃ کہنا زیادہ درست ہے۔ڈاکٹر وہبہ الزحیلی بھی اس تقسیم کو غیر قطعی اور غیر منصوص قرار دیتے ہیں اور موجودہ دور میں غیر مسلم ممالک کو دارالحرب کہنا غلط سمجھتے ہیں۔ دونوں علماء متفق ہیں کہ یہ تقسیم ایک وقتی اجتہاد تھی اور عصرِ حاضر میں دنیا کو دارالعہد یا دارالمسالَمۃ سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ البتہ ڈاکٹر حمید اللہ عالمی قوانین پر جبکہ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی مقاصدِ شریعہ اور بین الاقوامی تعلقات پر زیادہ زور دیتے ہیں۔

4۔ پناہ گزینوں اور مہاجرین کے حقوق کا تقابلی جائزہ:

تاریخِ اسلام میں مہاجرین اور پناہ گزینوں کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ کی مکہ سے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرتیں اس بات کی واضح مثال ہیں کہ اسلام نے ہجرت کے مسئلے کو عدل، مذہبی آزادی اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر حل کیا۔ فقہی اعتبار سے مہاجر وہ شخص ہے جو دین یا جان ومال کے تحفظ کے لیے وطن چھوڑنے پر مجبور ہو، جبکہ پناہ گزین وہ غیر ملکی ہوتا ہے جو ظلم، خوف یا خطرے کے باعث دوسری ریاست میں پناہ لیتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاء نے پناہ گزینوں اور مہاجرین کے متعدد حقوق بیان کیے ہیں: جن میں جان ومال کا تحفظ، مذہبی آزادی، انصاف پر مبنی برتاؤ اور بلاجواز دشمن کے حوالے نہ کرنا شامل ہے۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے مہاجرین وپناہ گزینوں کے فقہی حقوق کے بارے میں اپنی آراء پیش کی ہیں:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا پناہ گزینوں اور مہاجرین کے حوالے سے نقطہ نظر:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی مشہور کتاب "قانون بین الممالک فی الاسلام" میں پناہ گزینوں اور مہاجرین پر تفصیلی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ ریاست اسلامیہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ پناہ مانگنے والوں کو امن دیں اوران کی حفاظت کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ۔"[23]

"اوراگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اسے اس وقت تک پناہ دے دیں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے پھر آپ اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادے۔"

ڈاکٹر حمید اللہ اس آیت مبارکہ کو بنیاد بنا کر یہ استدلال کرتے ہیں کہ غیر مسلم دشمن بھی اگر پناہ مانگ لے تو اسے بھی پناہ دے دی جائے۔پناہ دینے کے بعد اسے محفوظ جگہ پر پہنچا دیا جائے۔مزید لکھتے ہیں کہ مہاجرین کو صرف سیاسی پناہ دی جائے بلکہ انہیں مذہبی آزادی دینا بھی ضروری ہے اوران کے معاشرتی تحفظ کی ذمہ داری ریاست پر واجب ہے، جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

"اسلام نے ریاست پر ضروری قرار دیا ہے کہ اپنے پاس پناہ گزینوں کی جان کا تحفظ کرے، چاہے وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو جیسے قرآن مجید میں اور اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اسے اس وقت تک پناہ دیدیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے، پھر آپ اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادیں۔یہ اسلامی فقہ میں پناہ لینے والوں کی تحفظ حقیقی بنیاد ہے۔"[24]

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کا پناہ گزینوں اور مہاجرین کے حوالے سے نقطہ نظر:

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے اپنی تصانیف "العلاقات الدولیہ فی الاسلام" اور "قانون بین الممالک فی الاسلام" میں مہاجرین اور پناہ گزینوں کے بارے میں تفصیل کے ساتھ اصول ذکر کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ پناہ گزینوں اور مہاجرین کا تحفظ اسلام کی انسانی اقدار اور مقاصد شریعہ میں شامل ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ پناہ گزین اگر غیر مسلم ہو تو اسلام اسے بھی حقوق کی ضمانت دیتا ہے اور پناہ گزینوں پر ظلم کرنا اوران کو پناہ نہ دینا یا ان کو واپس بھیج دینا اسلام کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ جدید بین الاقوامی قانون یعنی رفیوجی کنوینشن یو این اسلام کے اسی اصول کی تائید و تکمیل کرتا ہے، جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

" كفالة اللا جئين والمستجيرين اصل ثابت فى الشريعه الاسلامية وهى من مقتضيات العدل والرحمة ولا يجوز الاجئ الى بلد يخاف فيه على نفسه او دينه لانّ ذالک من التعاون على الظلم والعدوان "[25]

"پناہ لینے والوں اور پناہ گزینوں کی ضمانت دینا شریعت اسلامیہ میں ایک ثابت شدہ اصول ہے اور یہ رحمت اور عدل کے تقاضوں میں سے ایک ہے۔کسی بھی پناہ گزین کو ایسے شہر کی طرف واپس بھیجنا جہاں وہ اپنے دین اور جان کے خطرہ میں ہو قطعاً جائز نہیں اس لیے کہ اس صورت میں ظلم اور عدوان پر تعاون کرنا شمار ہو گا۔"

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کی پناہ گزینوں سے متعلق تعبیرات کا تقابل:

دونوں علماء متفق ہیں کہ اسلام نے مہاجرین اور پناہ گزینوں کے حقوق صدیوں پہلے واضح کر دیے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ حقوق براہِ راست قرآن و حدیث سے اخذ ہوتے ہیں، جبکہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اسے مقاصدِ شریعت کے تناظر اور جدید عالمی قوانین کے ساتھ مطابقت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ یوں حمید اللہ کا زاویہ فقہی و قانونی ہے اور الزحیلی کا اخلاقی و مقاصدی ہے۔

5۔ جہاد اور دہشت گردی کا تقابلی جائزہ:

شریعت اسلامیہ میں جہاد ایک ایسا فریضہ ہے جو کہ دفاع ظلم کے خاتمے، عدل وانصاف کے قیام اور دین کی آزادی کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں جہاد کا مقصد ظلم اور جبر کا خاتمہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّاۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا"[26]

" اور کیا ہو گیا ہے تم کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں اور عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے چھٹکارے کے لیے جہاد نہیں کرتے جو اسی طرح دعائیں مانگتے ہیں کہ اسے ہمارے پروردگار ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیے خاص طور پر اپنی طرف سے حمایتیں مقرر فرما دے اور اپنی طرف سے ہمارے لیے خاص مددگار بنادے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دین کی آزادی کے لیے بھی جہاد کو ضروری قرار دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں فرمایا:

"وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۔"[27]

" اوران سے اس وقت تک لڑتے رہے جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین خالصتاً اللہ کا نہ ہو جائے اسی طرح اللہ نے جہاد کو عدل وانصاف کے قیام کے لیے بھی ضروری قرار دیا۔"

نیز سورۃ البقرہ میں جہاد کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۚاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ [28]

" اور لڑتے رہو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

مذکورہ آیات سے واضح ہے کہ جہاد کا مقصد ظلم و جبر کا خاتمہ، عدل و انصاف کی حفاظت اور آزادی قائم کرنا ہے، اور دورانِ جہاد زیادتی ممنوع ہے۔ اس کے برعکس دہشت گردی غیر اخلاقی اور غیر قانونی فعل ہے، جس کا مقصد فساد، خوف پھیلانا اور معصوم قتل کے ذریعے سیاسی یا ذاتی مقاصد حاصل کرنا ہے، اور اسلام نے اسے سختی سے مذمت کیا ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔"[29]

"جس شخص نے کسی کو بغیر وجہ کے قتل کیا یا زمین میں فساد پھیلانے والا ہوا گویا کہ اس نے ساری انسانیت کو قتل کر دیا۔"

اس آیت سے واضح ہوا کہ اسلام میں جہاد اور دہشت گردی مختلف چیزیں ہیں۔ اسی فرق کو واضح کرنے کے لیے ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے اپنی آراء پیش کیں ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا جہاد اور دہشت گردی سے متعلق نقطہ نظر:

ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب "قانون بین الممالک فی الاسلام" میں جہاد کی فقہی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "جہاد" ہمیشہ اخلاقی اور قانونی شرائط کے ساتھ ظلم کے خاتمہ کے لیے جائز ہے جبکہ آپ دہشت گردی کو جہاد کے بالکل برعکس قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں امن کے معاہدات توڑے جاتے ہیں اور فتنہ فساد پھیلایا جاتا ہے اور بے گناہوں کا قتل عام ہوتا ہے۔ اس لیے دہشت گردی کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ناجائز قرار دیا ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

> "اسلام میں جہاد حق کے قیام اور ظلم کے خاتمہ کے لیے ہے بے گناہوں کو کسی بھی صورت میں قتل کرنا یا عہد توڑنا ہرگز جائز نہیں اس لیے کہ یہ فساد پھیلانا ہے اور دہشت گردی ہے اور یہ جہاد نہیں ہے۔"[30]

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کا جہاد اور دہشت گردی کے حوالے سے نقطہ نظر:

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی جہاد کے بارے میں اپنی تصانیف "العلاقات الدولیہ فی الاسلام" اور "آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی" میں واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ جہاد ایک مقدس فریضہ ہے جو کہ چند شرائط کے ساتھ مشروع قرار دیا گیا ہے۔ آپ کے نزدیک جہاد کا مقصد مظلوموں کا دفاع کرنا، عدل کا قیام کرنا اور ظلم وجبر کا خاتمہ کرنا ہے۔ اسی طرح دہشت گردی کے بارے میں ڈاکٹر وہبۃ لکھتے ہیں:

> "دہشت گردی سے بے گناہوں کے قتل اور پر امن لوگوں کو خوف زدہ کرنے کی بنیاد پر قائم ہے اور یہ حرابہ اور زمین میں فساد پھیلانا ہے اس کا شرعی جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے کہ جہاد کا مقصد عدل وانصاف کا قیام اور ظلم کو روکنا ہے۔"[31]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی دونوں کا جہاد اور دہشت گردی سے متعلق تقابل:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی دونوں کے نقطہ نظر اور دونوں کی تعبیرات سے واضح ہوا کہ دونوں علماء اس بات پر متفق ہیں کہ دہشت گردی اور جہاد دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دونوں کی آراء میں فرق صرف اسلوب کا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک جہاد ایک قانونی ذمہ داری ہے جو کہ خاص شرائط کے ساتھ شریعت اور ریاست کی اجازت سے جائز ہے، جبکہ دہشت گردی جہاد کے برعکس ہے اور یہ فساد فی الارض کے زمرے میں شامل ہے۔ لہٰذا دہشت گردی کو جہاد کہنا قطعاً جائز نہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کے مطابق جہاد مقاصد شریعت کا حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ مقدس فریضہ بھی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں عدل وانصاف اور امن وامان قائم ہوتا ہے، جبکہ دہشت گردی جہاد کے مقابلے میں ایک غیر انسانی اور حرام فعل ہے جسے قرآن مجید نے فساد فی الارض سے منسوب کیا ہے۔

خلاصۃ البحث:

قانون بین الاقوام کو کتب قدیم میں السیر کے عنوان سے جانا جاتا رہا۔ اس پر سب سے پہلے قلم اٹھانے کا سہرا امام محمد بن حسن شیبانیؒ کو جاتا ہے، جنہوں نے کتب ظاہر الروایہ میں السیر الصغیر اور السیر الکبیر لکھیں۔ پھر یہ سلسلہ ائمہ اربعہ کے ہاں جاری رہا۔ عصر حاضر میں بین الاقوامی قانون نے بہت ترقی کرلی ہے اور ریاستوں کے تعلقات مضبوط کرنے کے لیے ادارے اور معاہدات قائم ہوئے، جیسا کہ اقوام متحدہ، عالمی عدالت انصاف اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدات، جو دراصل اسلام کے چودہ صدیاں پہلے واضح کیے گئے اصولوں سے ہم آہنگ ہیں۔ فقہاء نے تاریخی طور پر دارالاسلام اور دارالحرب جیسی اصطلاحات استعمال کرکے بین الاقوامی تعلقات کی فقہی تعبیر پیش کی، لیکن موجودہ عالمی اقتصادی، سیاسی اور قانونی حالات کے پیشِ نظر ان اصولوں کی جدید تناظر میں وضاحت ضروری تھی۔ اس خدمت کو عصر حاضر کے مایہ ناز دو مفکرین ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے انجام دیا۔ دونوں مفکرین کا اتفاق ہے کہ اسلام کا بین الاقوامی قانون نظریاتی ہونے کے ساتھ عملی زندگی کے مسائل کا حل بھی فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی مشہور تصنیف *Muslim Conduct of State* میں اسلامی بین الاقوامی تعلقات کو مغربی قوانین کے ساتھ تقابلی انداز میں پیش کیا اور ثابت کیا کہ اسلام کا نظام جدید بین الاقوامی قانون سے زیادہ جامع اور اخلاقی بنیادوں پر استوار ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کا شمار دنیائے اسلام کے نامور فقہا میں سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور تصنیف ”العلاقات الدولیہ فی الاسلام“ اور "آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی" میں قدیم فقہی ذخیرے کو جدید قانونی اور سیاسی حالات کے مطابق ایک نئے انداز میں پیش کیا۔ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کے قانون بین الاقوام کی تعبیرات کو عالمی اداروں اور معاہدات کو مدنظر رکھ کر اس کی تشریح کی ہے۔ ان کے نزدیک اسلام کا بین الاقوامی نظام امن وانصاف کے قیام، جارحیت کی ممانعت، معاہدات کی پاسداری اور انسانی حقوق کے تحفظ پر مبنی ہے۔ اس مضمون میں ان دونوں مفکرین کے قانون بین الاقوام پر مبنی مباحث جیسا کہ جنگ کے اصول وضوابط، اہل ذمہ کے حقوق وفرائض، دارالاسلام ودارالحرب، پناہ گزینوں ومہاجرین اور جہاد و دہشت گردی پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، جس کا علمی وتحقیق اور تقابلی جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔

نتائج مضمون:

اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج ظاہر ہوتے ہیں:

1. ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اسلامی بین الاقوامی قوانین کو تاریخی اور عملی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تعبیرات پیش کیں، جب کہ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے زیادہ فقہی و نظریاتی بنیاد پر ان کو بیان کیا، یعنی کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے اسلامی تاریخ اور فقہی ذخائر سے نتیجہ اخذ کیا اور ڈاکٹر الزحیلی نے قرآن و حدیث کے ساتھ جدید بین الاقوامی اصولوں کو بھی شامل کیا۔
2. جنگ کے اصول وضوابط سے متعلق دونوں مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں دشمن کے ساتھ جنگ کا مقصد ظلم وجبر کا خاتمہ اور اپنا دفاع کرنا ہے۔
3. ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک اہل ذمہ کے حوالے سے بین الاقوامی قانون صرف ریاستوں کے باہمی تعلقات تک محدود نہیں بلکہ ریاست کے اندر موجود اہل ذمہ کے حقوق کی حفاظت بھی اسی قانون کا تقاضا ہے۔ یوں داخلی سطح پر ان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر وہبۃ

الزحیلی اہلِ ذمہ کے تصور کو عدل، انصاف اور انسانی مساوات کے اصولوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ عقدِ ذمہ کے بعد اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ ذمیوں کا منظم ریکارڈ، ان کی نگرانی، جزیہ کی وصولی اور ان کے جان ومال کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ اگر کسی مسلمان کی طرف سے کسی ذمی پر زیادتی ہو تو ریاست اس کا تحفظ اور نقصان کی تلافی کی ذمہ دار ہے، اور ان کے مذہبی شعائر جیسا کہ شراب یا خنزیر کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب تک وہ انہیں اعلانیہ ظاہر نہ کریں

4. ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک غیر مسلم دشمن بھی اگر پناہ مانگ لے تو اسے بھی پناہ دے دی جائے۔ پناہ دینے کے بعد اسے محفوظ جگہ پر پہنچادیا جائے اور مہاجرین کو صرف سیاسی پناہ دی جائے بلکہ انہیں مذہبی آزادی دینا بھی ضروری ہے اوران کے معاشرتی تحفظ کی ذمہ داری ریاست پر واجب ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر وہبہ کے مطابق پناہ گزین اگر غیر مسلم ہو تو اسلام اسے بھی حقوق کی ضمانت دیتا ہے اور پناہ گزینوں پر ظلم کرنا اوران کو پناہ نہ دینا یا ان کو واپس بھیج دینا اسلام کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

5. ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک جہاد ایک قانونی ذمہ داری ہے جو کہ خاص شرائط کے ساتھ شریعت اور ریاست کی اجازت سے جائز ہے، جبکہ دہشت گردی جہاد کے برعکس ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کے مطابق جہاد مقاصد شریعت کا حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ مقدس فریضہ بھی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں عدل وانصاف اور امن وامان قائم ہوتا ہے۔

---

[1] **Dr. Muhammad Hamidullah**, *Qānūn Bayn al-Mamālik fī al-Islām*, trans. Muḥammad Munīr (Lahore: Idārah-e-Thaqāfat-e-Islāmiyyah, n.d.), p. 112.

[2] **Dr. Muhammad Hamidullah**, *Qānūn Bayn al-Mamālik fī al-Islām*, trans. Muḥammad Munīr, p. 112.

[3] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *al-ʿAlāqāt al-Duwaliyyah fī al-Islām* (Damascus: Dār al-Fikr, 1981), p. 221.

[4] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *Āthār al-Ḥarb fī al-Fiqh al-Islāmī* (Damascus: Dār al-Fikr, n.d.), p. 88.

[5] **Al-Qurʾān**, Sūrat al-Baqarah 2:190.

[6] **Al-Qurʾān**, Sūrat al-Anfāl 8:61.

[7] **Al-Qurʾān**, Sūrat al-Mumtaḥanah 60:8.

[8] **Dr. Muhammad Hamidullah**, *Qānūn Bayn al-Mamālik fī al-Islām*, pp. 12–135.

[9] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *al-ʿAlāqāt al-Duwaliyyah fī al-Islām*, pp. 215–216.

[10] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *Bayn al-Aqwāmī Taʿalluqāt Islāmī aur Bayn al-Aqwāmī Qānūn kā Taqābulī Muṭālaʿah*, trans. Mawlānā Ḥakīmullāh (Islamabad: Sharīʿah Academy, International Islamic University), p. 243.

[11] **Al-Qurʾān**, Sūrat al-Mumtaḥanah 60:8.

[12] **Abū Yūsuf, Yaʿqūb ibn Ibrāhīm**, al-Qāḍī al-Imām, *Kitāb al-Kharāj*, Bāb al-Jizyah (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1399 AH), pp. 122–125.

[13] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuhū* (Damascus: Dār al-Fikr), vol. 8, pp. 58–79.

[14] **Dr. Muhammad Hamidullah**, Muslim conduct of state, ref via academia.edu

[15] **Dr. Muhammad Hamidullah**, Muslim Conduct of state, Part:1, chapter:1, P:101

[16] **Dr. Muhammad Hamidullah**, Muslim Conduct of state, Part:1, chapter:1, P:42

[17] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuhū*, vol. 8, p. 84.

[18] **Dr. Muhammad Hamidullah**, Muslim Conduct of state, Part:1 ,Chapter, P:103

[19] **Dr. Muhammad Hamidullah**, *Qānūn Bayn al-Mamālik fī al-Islām*, p. 214.

[20] **Dr. Muhammad Hamidullah**, *Qānūn Bayn al-Mamālik fī al-Islām*, p. 217.

[21] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *al-ʿAlāqāt al-Duwaliyyah fī al-Islām*, p. 218.

[22] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *al-ʿAlāqāt al-Duwaliyyah fī al-Islām*, p. 220.

[23] **Al-Qurʾān**, Sūrat al-Tawbah 9:6.

[24] **Dr. Muhammad Hamidullah**, *Qānūn Bayn al-Mamālik fī al-Islām*, pp. 85–86.

[25] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *al-ʿAlāqāt al-Duwaliyyah fī al-Islām*, p. 245.

[26] **Al-Qurʾān**, Sūrat al-Nisāʾ 4:75.

[27] **Al-Qurʾān**, Sūrat al-Anfāl 8:39.

[28] **Al-Qurʾān**, Sūrat al-Baqarah 2:190.

[29] **al-Qurʾān**, Sūrat al-Māʾidah 5:32.

[30] **Dr. Muhammad Hamidullah**, *Qānūn Bayn al-Mamālik fī al-Islām*, pp. 210–215.

[31] **Dr. Wahbah al-Zuhayli**, *al-ʿAlāqāt al-Duwaliyyah fī al-Islām*, p. 312.